برصغیر کے علمائے کرام کا استدلالِ فکرِ اقامتِ دین کے نظائر کا مطالعہ

Examining Sub-Continental Scholars' Perspectives on the Concept of Iqamat-e-Deen

Dr Sajid Anwar
Assistant professor Department of Islamic and Arabic Studies
Lahore leads university
Email: sajidanwar313@gmail.com

Asghar Inam
MPhil Scholar Department of Islamic Studies
Qurtuba University of Science and Information Technology Peshawar
Email: asgharinam2@gmail.com

Rubina
MPhil Scholar Department of Islamic Studies,
Qurtuba University of Science and Information Technology Peshawar
Email: Rubifazal2022@gmail.com

Abstract

It is indicative of Allah Almighty's Caliph that not only is he bound by divine commands, but he also endeavors to propagate these noble principles and their application. Within this context, summoning people to religion and guiding them on the path of Allah stands as the foremost duty. Prophets, peace be upon them, were selected by Allah specifically for this mission from among humanity. Following them, their true successors assumed the responsibility of this significant task, becoming their rightful inheritors in carrying out this pivotal duty—an ongoing struggle that endures untiringly.

Following the expansion of Islam in the Arabian Peninsula, the Indian subcontinent was blessed with the radiance of Islam's light. Here, Islam was introduced as a force for benevolence and aid to the oppressed. Indeed, from that time until the present day, the need for this facet of Islam persists, perhaps even more so. Islam faces challenges from non-Muslim elements, with its tenets hindered from implementation and obstacles placed in its path. Despite this, religious scholars, learned individuals, and contemporary thinkers have tirelessly utilized their preaching, writings, and all available capabilities in their endeavors. The struggle to strengthen Islam persists.

This philosophy aligns with the tenets of the Salaf and religious jurisprudence. It draws inspiration from the Qur'an, Sunnah, and erudite scholars who support this ideology and virtuous effort.

Keywords: Iqamah-e-Deen, Scholars, Subcontinent, Arguments, Caliph

یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات میں انسانوں کے لیے فائدہ ہے اوراس سے نافرمانی انسان کو نقصان دے سکتاہے۔انہی احکامات کو عام اور تنفیذ کرنے کے لیے قرآن مجید میں اقامت دین کا تصور موجود ہے۔ اس کے لیے جن ہستیوں نے کام کیاہے،وہ روئے زمین کے بہترین لوگوں میں شمار ہیں۔یہی وجہ ہے کہ جس کام کو انہوں نے اپنے ذمے لیااس کا حق ادا کرکے دکھایا۔اللہ تعالیٰ نے دعوت دین کے کام کو ایمان کے بعد سب سے افضل اور احسن عمل قرار دیاہے۔(1)اس شخص سے زیادہ بھلی بات اور کس کی ہوسکتی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے،نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا عمل احسن کیوں نہ ہو،اس کی وجہ سے لوگوں کو حق کی طرف رہنمائی ملتی ہے،سچائی کا راستہ روشن ہوتا ہے۔لوگ بھلائیوں اور نیکیوں سے محبت کرنے لگتے ہیں۔بدی اور برائی سے اُن کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے،غرض لوگ اس کی بدولت جہالت کی تاریکیوں سے نکل کر روشنی میں آجاتے ہیں اور زندگی کے سفر میں اُن کے لیے حق وثواب کا راستہ روزروشن کی طرح عیاں ہوجاتاہے۔(2)

اقامت دین کا قرآنی تصور:

اُمت مسلمہ کا مقصدِ وجود امر بالمعروف و نھی عن المنکر،شہادت حق اور فریضہ اقامت دین ہے۔ قرآن کریم میں اُمت مسلمہ کے وجود میں آنے کے مقاصد مختلف الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں۔سورۃ آل عمران میں اس کا مقصد وجود امر بالمعروف ونہی عن المنکر بتایا گیاہے۔سورۃ البقرۃ میں اس کے ذمہ شہادت حق کی ذمہ داری عائد کردی گئی ہے کہ یہ ایک ایسی اُمت ہوگی جو اپنے قول اور فعل کے ذریعے سے پوری دنیا کے سامنے حق کی گواہی پیش کرے گی۔سورۃ الشوریٰ میں اس کا مقصد وجود اقامت دین قرار دیا گیاہے کہ یہ اُمت تمام انتشاروں اور افتراق سے بالاتر ہوکر دین کی اقامت کا کام کرے گی۔اس کے علاوہ قرآن وحدیث کے ان تینوں بیانات کو سامنے رکھتے ہوئے اُمت مسلمہ کے مقصد وجود کے لیے جس تعبیر کو بھی اختیار کیاجائے اپنی جگہ درست ہے لیکن معنی ومقصود کی یکسانی کے باوجود اگر تینوں تعبیرات پر گہری نظر سے غور کیاجائے تو تینوں تعبیرات میں زیادہ جامعیت اور ہمہ گیری اور صراحت دوسری تعبیروں میں نہیں ہے جو کچھ اقامت دین کی اصطلاح میں ہے۔جامعیت اس طرح ہے کہ یہاں پر اقامت کا لفظ پیش کیا گیاہے جو مکمل کیفیت کا تصور پیش کرتا ہے۔ہمہ گیری کا مطلب یہ ہے کہ صرف یہ نہیں کہا گیاہے کہ فلاں چیز مسلمانوں کا فریضہ حیات ہے بلکہ یہ واضح کردیا گیاہے کہ یہی فریضہ ہر نبی

اور اُن کے پیروکاروں کا ہے۔ زیادہ صراحت اس طرح ہے کہ اس چیز کا ذکر جس کی اقامت اہل ایمان کو کرنی ہے متعلقہ آیت میں بالتصریح موجود ہے اور نام لے کر فرمادیا گیا ہے کہ یہ چیز "الدین" اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا دین ہے۔

گویا اقامت دین محض چند رسوم و عبادات کی ادائیگی کا نام نہیں یہ ایک جامع تصور ہے اس کا دائرہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں اور سارے پہلوئوں پر محیط ہے اس سے مراد صرف مسجدوں میں دین قائم کرنا یا چند مذہبی عقائد اور اخلاقی احکام کی تبلیغ کرنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد گھر سے مسجد، منڈی سے بازار، مکتب سے یونیورسٹی، تھانے سے لے کر چھائونی، نچلی سطح کے عدالتی ادارے سے لے کر سپریم کورٹ، پارلیمنٹ سے ایوان وزارت اور سفارت خانے تک ایک خدائے واحد کا نظام قائم کرنا ہے جس کو معبود برحق اور حاکم حقیقی تسلیم کیا گیا ہے۔ اگرچہ بعض حضرات انفرادی زندگی کو اسلام کے مطابق بنا کر چند مذہبی عقائد اور اخلاقی احکام کی تبلیغ کو اقامت دین سے تعبیر کرتے ہیں تاہم اقامت دین سے مراد بنیادی طور پر حکومت الٰہیہ کا قیام ہے جس کی بنیاد پر اسلام زندگی کے ہر شعبے پر نافذ العمل ہو۔

فریضہ اقامت دین کی بحث میں سب سے زیادہ رہنمائی ہمیں سورۃ شوریٰ میں ملتی ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ [3]

اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جسے اے محمدؐ اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعے بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم نے ابراہیم، اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کو دے چکے ہیں اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔"

اس آیت کریمہ سے فریضہ اقامت دین کا قرآنی حکم عبارۃ النص سے براہ راست ثابت ہے۔ معارف القرآن میں مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اقامت دین فرض ہے اور اس میں تفریق حرام ہے پھر لکھتے ہیں کہ اس آیت میں دو حکم مذکور ہیں۔ ایک اقامت دین دوسرے اس کا منفی پہلو یعنی اس میں تفریق کی ممانعت، جب کہ جمہور مفسرین کے نزدیک "اَن اقیموا الدین" میں صرف اَن تفسیر کے لیے ہے تو دین کے معنی متعین ہو گئے کہ مراد وہی دین ہے جو سب انبیا میں مشترک چلا آ رہا ہے کہ وہ دین مشترک بین الانبیا اصول، عقائد یعنی توحید، رسالت، آخرت پر ایمان اور عبادات، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی پابندی ہے۔ نیز تمام رذائل اخلاق یعنی چوری، ڈاکا، زنا، جھوٹ، فریب، دوسروں کو بلاوجہ تکلیف دینا اور عہد شکنی وغیرہ کی حرمت ہے جو سب ادیان سماویہ میں مشترک اور متفق چلے آئے ہیں [4]۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس جگہ حق تعالیٰ نے صاف طور پر بتلا دیا ہے کہ اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے۔ عقائد اور اصول دین میں تمام متفق رہے ہیں سب انبیا اور ان کی اُمتوں کو حکم ہوا ہے کہ دین الٰہی کو اپنے قول و فعل سے قائم رکھیں اور اصول دین میں کسی طرح تفریق یا اختلاف کو روا نہ رکھیں[5]۔

مولانا مودودیؒ نے سورۃ شوریٰ کی اس آیت کی تفہیم کو انتہائی بلیغ اور مدلل انداز میں پیش کیا ہے اور دیگر حوالے بھی دیئے ہیں۔ انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ترجمہ کا حوالہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ان اقیموا الدین کا ترجمہ "قائم کنید دین را" کیا ہے جب کہ شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبد القادرؒ نے اس کا ترجمہ قائم رکھو دین کو کیا ہے۔ انہوں نے دو طرح کے ترجموں کو درست قرار دیا ہے اور استدلال کیا ہے کہ اقامت کے معنی قائم کرنے کے بھی ہیں اور قائم رکھنے کے بھی ہیں۔ انبیا علیہم السلام دونوں ہی کاموں پر مامور تھے، اُن کا پہلا فرض یہ تھا کہ جہاں دین قائم نہیں ہے وہاں اسے قائم کریں اور جہاں یہ قائم ہو جائے یا پہلے سے موجود ہو اُسے قائم رکھیں۔ ظاہر بات یہ ہے کہ قائم رکھنے کی نوبت ہی اس وقت آتی ہے جب ایک چیز قائم ہو چکی ہو ورنہ پہلے اسے قائم کرنا ہو گا پھر یہ کوشش مسلسل جاری رکھنی پڑے گی کہ وہ قائم رہے[6]۔ فقہاے اسلام نے سورۃ شوریٰ کی آیت ان اقیموا الدین سے اخذ کرتے ہوئے اقامت دین کا اصطلاح کے طور پر استعمال شروع کیا ہے۔ جب توریت نازل ہوئی تھی تو توریت کی اقامت کا نام اقامت دین تھا اور جب انجیل نازل ہوئی تو اس کی اقامت بھی اقامت دین تھا اور اب قیامت تک قرآن کی اقامت کا نام بھی اقامت دین ہو گا۔ انہوں نے استدلال کے طور پر قرآن کریم کی اس آیت کا حوالہ دیا ہے کہ:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ[7]

"اگر وہ توریت اور انجیل اور جو کچھ اُن پر اُن کے رب کی طرف سے نازل ہوا اُسے قائم رکھتے تو رزق اُن کے اوپر سے برستا اور نیچے سے اُبلتا۔"

اس کے علاوہ سورۃ المائدہ کی ایک اور آیت میں بھی صرف اہل کتاب کو مخاطب کر کے یہ بات بتائی گئی ہے بلکہ ہمارے لیے بھی کتنا اہم پیغام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ[8]

"کہہ دو اے اہل کتاب تم ہر گز کسی اصل پر نہیں ہو جب تک کہ تم توریت اور انجیل اور اُن دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہیں۔"

جمہور مفسرین نے وما انزل الیکم من ربکم سے مراد قرآن مجید لیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک تم تورات، انجیل اور قرآن کی اقامت نہیں کروگے اُس وقت تک تم دینی و مذہبی لحاظ سے کچھ نہیں ہو، ان تمام باتوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو شخص بھی قرآن کریم پر ایمان کا مدعی ہے اُس پر اس کتاب کی اقامت فرض ہے اور اب قیامت تک اقامت قرآن ہی کا نام اقامت دین ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے دین کے مفہوم اور اقامت دین کو بڑی شرح وبسط سے بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے معاشرے میں بڑھتی ہوئی سہل پسندی اور بے عملی کے رجحان کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے آپ لکھتے ہیں کہ: ''اقامت دین کا مقصد صرف تبلیغ دین سے مکمل نہیں ہوتا بلکہ دین کے احکامات پر کماحقہ عمل درآمد کرنا، اُسے رواج دینا اور عملاً نافذ کرنا ہی اقامت دین کہلاتا ہے۔'' سورۃ الصف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی یہی قرار دیا گیا ہے کہ دین اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ اس کا مقدس ترین دین معاشرے کے اندر پامال اور معطل ہو اور اللہ تعالیٰ کے باغیوں کا نظام غالب ہو۔ یہی مضمون سورۃ التوبہ اور سورۃ فتح میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب دین کو قائم رکھنے کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کے اندر جو باتیں ماننے کی ہیں وہ سچائی کے ساتھ مانی جائیں جو کرنے کی ہیں وہ دیانت داری اور راست بازی کے ساتھ کی جائیں نیز لوگوں کی برابر نگرانی کی جائے کہ وہ بھی اس سے غافل اور منحرف نہ ہوں اور اس بات کا پورا پورا اہتمام کیا جائے کہ اہل بدعت اس میں کوئی رخنہ نہ پیدا کر سکیں[9]۔ وہ کہتے ہیں کہ معاشرے کی اصلاح اولین اور بنیادی چیز ہے جو لوگ اسلامی نظام کے قیام کے خواہاں ہے ان کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے اصولوں کے مطابق معاشرے کی تعمیر کی فکر کریں۔ اس بنیادی کام کو کیے بغیر جو لوگ انقلابِ قیادت اور حکومتِ الہیہ کے قیام کا نعرہ لگاتے ہیں، ہم ان کے کام کو انسانی نقطہ نظر سے بے نتیجہ خیال کرتے ہیں۔ یہ لوگ درخت لگائے بغیر پھل کھانا چاہتے ہیں[10]۔

مولانا صدر الدین اصلاحی صاحب اقامت دین کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: اس سے مراد لازماً یہی ہو سکتا ہے کہ اس دین پر یقین رکھنے والے لوگ اس دین کے بنیادی تصورات، اصول اور احکام، ہدایات سے باخبر ہوں اس کے مقصدِ منشا کو جانتے ہوں، انہیں یہ معلوم ہو کہ وہ اس دنیا میں اُن کی کیا پوزیشن ٹھہراتا ہے۔ اُن کے وجود کی کیا غایت مقرر کرتا ہے۔ اس مقصد تک پہنچنے کے لیے سعی و عمل کی راہیں کیا تجویز کرتا ہے انہیں کن باتوں کو کرنے اور کن باتوں سے رکنے کا حکم دیتا ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں انہیں کیا رویہ اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ غرض بحیثیت فرد، بحیثیت جماعت وہ اُن سے زمین پر کس طرح رہنے، کیا کرنے اور کیا بننے کا مطالبہ کرتا ہے ان سب کے

بارے میں انہیں بخوبی علم ہو، علم کے ساتھ ساتھ عملی مظاہرہ بھی ہو، قرآن وسنت کی ایک ایک ہدایت پر عمل ہو، شریعت کا ہر حکم نافذ ہو۔ دین ہی کی بنیاد پر حیات ملی کی عمارت قائم ہو۔ پوری سوسائٹی پر دینی رنگ غالب ہو۔ یہاں تک کہ دیکھنے والوں کو پورا ماحول قرآنی اور پورا معاشرہ متحرک قرآن کی صورت میں نظر آ رہا ہو[11]۔

اجتماعی اسلام کے بعض قرآنی احکامات پر عمل کرنا حکومت الٰہیہ کے قیام کے بغیر ممکن نہیں ہے یعنی قرآنی آیات واحکام پر عمل صرف اسلامی حکومت ہی کے ذریعے سے کیا جاسکتا ہے۔ جب تک معاشرے کے اندر اسلامی حکومت قائم نہ ہو، تب تک معاشرے کے افراد کسی ایک حکم پر حد جاری نہیں کرسکتے۔ قرآن کریم کی ذیل آیات پر غور کرنے سے اقامت دین کی فرضیت واضح ہو جاتی ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَاۗءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ[12]

"چور خواہ عورت ہو یا مرد دنوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ اُن کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے۔"

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰي يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ؒ[13]

جو اہل کتاب میں سے خدا پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز آخرت پر (یقین رکھتے ہیں) اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو خدا اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں. جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں اُن کو 80 کوڑے مارو اور اُن کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ[14]۔

زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم کو دامن گیر نہ ہو۔"

فقہا کرام فرماتے ہیں کہ مذکورہ قرآنی آیات پر اسلامی حکومت کے ذریعے عمل ہو سکتا ہے اور اسلامی حکومت کی عدم موجودگی کی صورت میں انفرادی طور پر ان پر عمل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی گاوں کے لوگ کسی شخص کو چوری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ بھی لیں تب بھی اُن کے ہاتھ نہیں کاٹ سکتے اگر وہ ایسا کریں گے تو سارے گناہ گار ہو جائیں گے۔ ایسے تمام نصوص قرآنی سے بطور اقتضا اقامت دین کی فرضیت ثابت ہوتی ہے اور مسلم معاشرے کے تمام افراد پر اقامت دین کے لیے جدوجہد کرنا حد استطاعت فرض ہے۔ اور استطاعت

کے باوجود اقامت دین کی جدوجہد سے پہلو تہی کرنا ویسا ہی گناہ اور معصیت ہے جیسے صاحب استطاعت مسلمان پر روزہ، نماز، زکوٰۃ اور حج فرض ہے اور اُن فرائض کا اتراک عافیت کو برباد کرنا ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۝۲۹ ''(15)

جنگ کرو اہل کتاب میں سے اُن لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے۔ اُن سے لڑو یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔''

اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اُمت مسلمہ پر اقامت دین اور دینی نظام کے قیام کی جدوجہد فرض ہے وجہ یہ ہے کہ آیت کریمہ اہل اسلام کو قتال کا حکم دیتی ہے اور اس وقت تک جاری رکھنے کا حکم دیتی ہے تا آنکہ اہل باطل کو مغلوب کر کے اُن سے جزیہ وصول نہ کیا جائے اور انہیں چھوٹا بنا کر نہ رکھا جائے۔ ظاہر ہے کہ ان احکامات کی تکمیل دینی حکومت اور اقامت نظم دین کے بعد ہی ممکن ہے۔ سورۃ المائدہ کے ساتویں رکوع کی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے نہ کرنے والوں کو ظالم، فاسق اور کافر کہا گیا ہے۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُون (16)

(مومنو) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں۔

''ہم نے توراۃ نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، سارے نبی جو مسلم تھے، اسی کے مطابق ان یہودیوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے، اور اسی طرح ربانی اور احبار بھی (اسی پر فیصلہ کا مدار رکھتے تھے) کیونکہ انہیں کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے۔ پس (اے گروہ یہود) تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور میری آیات کو ذرا ذرا سے معاوضے لے کر بیچنا چھوڑ دو۔ جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔''

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (17)

"توراۃ میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت، اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ۔ پھر جو قصاص کا صدقہ کر دے تو اس کے لیے کفارہ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (18)

ہمارا حکم تھا کہ اہل انجیل اس قانون کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔

جب تمام معاملات میں قانون الٰہی کے مطابق فیصلے نہ کرنے والے کافر، ظالم اور فاسق ہیں تو حکومت و عدالت کی کرسیوں پر اقامت دین اس طرح ضروری ہو گیا جس طرح اقامت صلوٰۃ کے لیے اوقات کے لحاظ سے ادائیگی نماز، مسجد کی تعمیر اور اسکا انتظام اور یہ کہ یہ سب فرائض اقامت دین کا حصہ ہیں۔

معروف دینی سکالر ڈاکٹر اسرار احمدؒ اقامت دین کی فرضیت کے حوالے سے سورۃ شوریٰ کی آیت ان اقیموالدین کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ **اقیمو کالفظ اَقَامَ ،یُقِیْمُ ،اَقَامَۃٌ** (مصدر) سے فعل امر جمع مذکر مخاطب ہے جس کے معنی کسی چیز کو کھڑا کرنا یا کھڑا رکھنا۔ وہ دونوں ترجمے درست قرار دیتا ہے اور ایک مثال کے ذریعے سے واضح کرتا ہے کہ فرض کریں کہ ایک خیمہ ہے اگر خیمہ کھڑا ہے تو اسے کھڑے رکھا جائے گا۔ اگر وہ کسی وجہ سے گر گیا ہے تو اسے کھڑا کیا جائے گا اور اگر کھڑا ہے مگر آندھی اور طوفان سے اکھڑ جانے کا خطرہ لاحق ہے تو اُسے کھڑا رکھنے کا اہتمام کیا جائے گا۔ اور اگر معاشرے کے اندر سے دین معطل ہے تو اسے قائم کیا جائے گا۔ گویا پورے نظامِ زندگی کو اللہ کے حکم کے تابع کرنا، اجتماعی طور پر عملی توحید کا برپا کر دینا، یا دین اللہ کو بالفعل قائم کر دینا، اقامتِ دین ہے[19]۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تاریخ دعوت وعزیمت میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نظریہ خلافت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "کلیۃ الکلیات (اصل الاصول) وہ حقیقت ہے جس کا عنوان اقامت دین ہے۔ غرض یہ ہے کہ اقامت دین ایک جامع اصطلاح ہے اور اُن تمام احکام قرآنی پر حاوی ہے جو ما انزل اللہ سے متعلق ہے[20]۔

مولانا محمد اسحاق ندوی اپنی کتاب اسلام کے سیاسی نظام میں دینی حکومت کے قیام کے لیے سورۃ النسا کی آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۵۹ (21)۔

مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور اُن لوگوں کی جو تم میں صاحب امر ہوں۔ سے اقامت دین کا فرض ہونا اقتضا النص سے ثابت کیا ہے یعنی اس میں صاحب امر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس پر عمل صرف اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جب اولی الامر موجود ہو۔ اب اسے وجود میں لانا بالفاظ دیگر اقامت دین کے نظم کو قائم کرنا نص کا منشا اور مقتضا ہے۔ آپ نے اسلام میں حکومت کا درجہ کے عنوان سے باب قائم کر کے اہل سنت والجماعۃ کا مسلک بیان کر کے لکھتے ہیں کہ، اسلامی حکومت قائم کرنا سب مسلمانوں پر فرض علی الکفایہ ہے۔ بشرطیکہ ان میں اس کی استطاعت ہو (22)۔ سورۃ آل عمران کی آیت میں یہ بات واضح ہو کر سامنے آئی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ (23)

"تم تمام اُمتوں میں بہترین اُمت ہو جو لوگوں کی (ارشاد و اصلاح) کے لیے ظہور میں آئی ہے تم نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ پر سچا ایمان رکھنے والے ہو"، کے حوالے سے مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں: "اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس اُمت کی جگہ قافلے کے پیچھے اور حاشیہ برداروں کی صف میں ہو اور دوسری اقوام کے سہارے زندہ رہے اور قیادت و رہنمائی، امر و نہی اور دینی فکر و آزادی کے بجائے تقلید اور نقل، اطاعت و سپر اندازی پر راضی اور مطمئن ہو سورۃ التوبہ کی آیت هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰي وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (24)۔

وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے۔ اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں کہ: "اس آیت میں بعثت رسولؐ کی غرض یہ بیان کی گئی ہے کہ جس ہدایت اور دین حق کو وہ خدا کی طرف سے لایا ہے اسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اور قاعدوں پر غالب کر دے۔ دوسرے الفاظ میں رسولؐ کی بعثت کبھی اس غرض کے لیے نہیں ہوئی کہ جو نظام زندگی وہ لے کر آیا ہے وہ کسی دوسرے نظام زندگی کے تابع اور اس سے مغلوب بن کر اور اس کی دی ہوئی رعایتوں اور گنجائشوں میں سمٹ کر رہے بلکہ وہ بادشاہ ارض و سما کا نمایندہ بن کر آتا ہے اور اپنے بادشاہ کے نظام حق کو غالب دیکھنا چاہتا ہے۔ اگر کوئی دوسرا نظام زندگی

دنیا میں رہے بھی تو اسے خدائی نظام کی بخشی ہوئی گنجائشوں میں سمٹ کر رہنا چاہیے(25)۔ سید احمد عروج قادری اپنی کتاب اقامت دین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ:

"جس میں انہوں نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ ہر غلبہ جو دین حق کو حاصل ہوا وہ سب کا سب لیظھرہ علی الدین کلہ میں داخل ہے۔ وہ عظیم الشان فتح جو قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو درہم برہم کر دینے کی شکل میں حاصل ہوا بدرجہ اولیٰ اس کلے میں داخل ہے اور اس بڑے درجہ و مرتبہ کے علمبردار خلفائے راشدین تھے۔ اُن بزرگوں کی کوشش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقتضا میں داخل تھیں(26)۔

محمد قطب صاحب اپنی کتاب حقیقت اسلام میں اقامت دین کی جدوجہد لازم قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دین نہ خود بخود قائم ہو گا اور نہ از خود اس کی اشاعت ممکن ہو گی بلکہ اس کی اقامت اور اشاعت کے لیے مسلسل جدوجہد کرنی پڑے گی۔ اقامت دین کی جدوجہد میں جتنی کوتاہی ہو گی اسی قدر دین میں کمزوری پیدا ہو گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے لیے، مسلم معاشرے کے لیے اور ساری دنیا کے لیے ہمہ وقت بیدار رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(27)

"اے ایمان والو! صبر سے کام لو، باطل پرستوں کے مقابلے میں پامردی دکھائو، حق کی خدمت کے لیے کمربستہ ہو جاو اور اللہ سے ڈرتے رہو، اُمید ہے کہ تم فلاح پائو گے۔"

مولانا ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی تفسیر روح القرآن میں اقامت دین کا مفہوم بیان کر کے لکھتے ہیں کہ:

اقامت دین کی ذمہ داری آنحضرت ﷺ کے بعد خصوصی طور پر آپ کی امت پر ڈالی گئی ہے۔ اس سے مراد صرف اتنی بات نہیں ہو سکتی کہ وہ خود اس دین پر عمل کریں اور دوسروں میں اس کی تبلیغ کریں۔ تاکہ لوگ اس کا برحق ہونا تسلیم کریں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ اسے تسلیم کر لیں تو اس سے آگے قدم بڑھا کر پورے کا پورا دین ان میں عملاً رائج و نافذ کیا جائے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ دعوت و تبلیغ اس کام کا لازمی اور ابتدائی مرحلہ ہے جس کے بغیر دوسرا مرحلہ پیش نہیں آ سکتا۔ لیکن ہر صاحب عقل آدمی خود دیکھ سکتا ہے کہ اس حکم میں دعوت و تبلیغ کو مقصود کی حیثیت نہیں دے گئی بلکہ دین کو قائم کرنے اور قائم رکھنے کو مقصود قرار دیا گیا ہے۔ دعوت و تبلیغ اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ضرور ہے مگر بجائے خود مقصد نہیں(28)۔ مولانا عبدالرحمن کیلانی اقامت دین کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دین کو قائم رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اس کے احکام کو خود بجالایا جائے اور پھر ایمان لانے والوں میں ان احکام کو نافذ کیا جائے۔ اور دین کے جو غیر متبدل اصول ہیں یعنی توحید اور معاد وغیرہ امور میں کسی قسم کا اختلاف نہ کیا جائے(29)۔

ابو محمد عبد الحق الحقانی الدہلوی تفسیر حقانی میں ان اقیمو الدین کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اقامت دین سے مراد یہ ہے کہ دین یعنی اصول شرائع، مکارم اخلاق، ترک منہیات پر قائم رہو۔ گویا شریعت کے اصول یعنی توحید وسالت کا اقرار، اخلاقی اقدار کا تحفظ اور اس کی پابندی اور تمام معاصی ونواہی سے اجتناب ہی اقامت دین ہے[30]۔

ڈاکٹر اسرار احمد اپنی کتاب جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی میں مولانا ابوالاکلام آزاد کو برصغیر میں ے تحریک احیاے دین کے مؤسس اولین اور داعی اول کی حیثیت دیتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے بیسویں صدی کے بالکل اوائل میں الہلال اور البلاغ کے ذریعے حکومت الہیہ کے قیام اوراس کے لیے ایک حزب اللہ کی تاسیس کی پرزور دعوت پیش کی۔ مولانا کی مخصوص طرز نگارش اور انداز خطابت نے خصوصاً تحریک خلافت کے دوران ان کی شہرت کو برصغیر کے طول و عرض میں پھیلایا اور ان کی دعوت نے لاکھوں مسلمانوں کے دلوں کو مسخر کیا لیکن اس کے بعد خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کس سبب سے اس مشن کو خیر آباد کہہ کر متحدہ قومیت کے علمبر دار بنے۔ اور پوری یکسوئی اور کمال مستقل مزاجی کے ساتھ آخر دم تک اس کے حامی رہے۔[31]۔

مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اقامت دین اولین اور اہم ترین فریضہ ہے۔ یہ فریضہ بعثت نبویؐ کے ساتھ ہی شروع ہوا اور آپؐ کی زندگی کے آخری لمحے تک جاری رہا۔ جہاں تک اسلام کے دیگر احکامات کا تعلق ہے تو اس سے سب باخبر ہیں کہ اسلام کا سب سے اہم رکن نماز، نبوت کے گیارہویں سال معراج کے موقع پر فرض ہوا۔ روزہ سن دو ہجری اور زکوٰۃ آٹھ ہجری اور حج جیسی عظیم عبادت نو ہجری میں فرض ہوئی مگر اقامت دین کا فریضہ حضور کی پوری زندگی پر محیط ہے۔ الغرض مسلمانوں کی دنیوی واُخروی کامیابی کا راز اور غلبہ اقتدار کا انحصار اور مقصد رسالت یعنی اظہار دین کا حصول بھی اقامت دین کے ذریعے ممکن ہے۔ اس لیے اُمت مسلمہ کے ایک ایک فرد پر اقامت دین کو فرض قرار دیا گیا ہے تاکہ اقامت دین کے اس عظیم اور بہترین عمل کے نتیجے میں ساری دنیا میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص نظام اسلامی کا نفاذ ممکن ہو سکے۔ اب ہم یہ سب کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو سربلند کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کریں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی خوشنودی کے مستحق قرار پائیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد اپنی کتاب مسئلہ خلافت میں اقامتِ دین کے خوالے سے لکھتے ہیں کہ دنیا میں انسانیت کی ہدایت وسعات کے لیے ایک خاص ذمہ دار قوم اور حکومر قائم ہونی چاہیے تاکہ وہ اللہ کی عدالت کو دنیا میں نافذ کر کے دنیا سے ظلم وجور اور ضلالت وغغیانی کا خاتمہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ہمہ گیر اور عادلانہ قانون جو کائناتِ ہستی میں سورج سے لے کر زمین کے ذرات تک نافذ و قائم ہیں اور قرآن نے جس کو صراطِ مستقیم سے تعبیر کیا ہے، زمین کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں جاری وساری ہو[32]۔

مولانا وحید الدین خان سورۃ الشوریٰ کی آیت ان اقیمو الدین کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد دین کو زمین پر قائم کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد اس کو اپنے آپ پر قائم کرنا ہے۔ اس سے مراد احتسابِ خویش ہے نہ کہ احتسابِ غیر۔ غرض اقامتِ دین سے مراد پیروی دین ہے نفاذِ دین نہیں ہے[33]۔

جاوید احمد غامدی اقامتِ دین کا مفہوم بیان کرکے کہتے ہیں کہ یہ لفظ دین کو کسی معاشرے میں غالب اور نافذ کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس سے قائم رہنے کے معنیٰ میں استعمال ہوئے ہیں۔ یہ دین کے فرائض میں سے ایک فرض کو بیان کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس کے بارے میں ایک اصولی ہدایت کے طور پر آئے ہیں۔ جن لوگوں نے اسے دین کو نافذ اور غالب کرنے کے معنیٰ میں لیا ہے ہمارے نزدیک اس مفہوم کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ کہ اسے فریضہ اقامتِ دین قرار دے کر فرائضی دینی میں ایک فرض کا اضافہ کیا جائے۔[34]

اس تحقیقی مضمون سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ برصغیر کے علمائے کرام کا استدلالِ فکرِ اقامتِ دین کے نظائر کا مطالعہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ چونکہ فکرِ اقامت دین کی فکر اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔ اہل فکر نے اس پر بہت سارے اعتراضات بھی کئے ہیں لیکن یہ فکر اپنی استدلال میں مدلل ہے اور اس کی اصل قرآن و حدیث ہے۔

مصادر و مراجع

1. حٰمٓ سجدہ 33:41
2. ڈاکٹر یوسف القرضاوی، دعوت اور اس کے علمی تقاضے، مترجم: سلطان احمد اصلاحی، ادارہ معارف اسلامی، منصورہ لاہور، ۱۹۹۴، ص:۱۷
3. الشوریٰ 13:42
4. مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارالمعارف کراچی نمبر 14 ج،۷، 1982، ص:678،
5. عثمانی، شبیر احمد، علامہ، تفسیر عثمانی، تاج کمپنی، کراچی، 1959، ص 644
6. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1994، ج۴، ص:۸۸۔487
7. المائدہ۔ 66:5
8. المائدہ۔ 68:5
9. اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، 1982، ج۶، ص:153
10. اصلاحی، اامین احسن، مولانا، تفہیمِ دین، فاران فاؤنڈیشن لاہور، 1992، ج۶، ص:138

.11 اصلاحی، اامین احسن، مولانا، فریضہ اقامتِ دین، ص:14

.12 المائدہ.38:5

.13 النور:9;29

.14 النسا4:59

.15 التوبۃ9:29

.16 العمران3:۱۱۰

.17 المائدہ۔45:5

.18 المائدہ۔47:5

.19 اسرار احمد، ڈاکٹر، توحید عملی اخلاص فی العبادت اور اقامت دین کی اہمیت سورۃ زمر اور سورۃ شوریٰ کی روشنی میں، مکتبہ تنظیم اسلامی لاہور، 1985، ص:64

.20 ندوی، علی، ابوالحسن، سید، مولانا، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، 1984، ج۵، ص:263

.21 النسا4:59

.22 ندوی، محمد اسحاق، اسلام کا سیاسی نظام، معارف اعظم گڑھ، 1957، ص:54

.23 آل عمران3:۱۱۰

.24 التوبۃ9:33

.25 مودودیؒ، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ج۲، ص،190

.26 قادری، عروج، سید احمد، اقامت دین، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، 1970، ص،18

.27 محمد قطب، حقیقت اسلام، دارارقم اسلام آباد، س ن، ص49

.28 محمد اسلم صدیقی، ڈاکٹر، مولانا، تفسیر روح القرآن، ادارہ ھدی اللناس لاہور، 2011، جلد دہم، ص335

.29 کیلانی، عبدالرحمن، مولانا، تیسیر القرآن، مکتبۃ الاسلام لوہار، 2002، ج4، ص132

.30 الحقانی، عبدالحق، ابو محمد، الشیخ، تفسیر حقانی، مکتبۃ الحسن لاہور، 1310ھ، جلد6،5، ص214

.31 اسرار احمد، ڈاکٹر، جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی، مکتبہ خدام القرآن لاہور، 1987، ص49

.32 ابوالکلام آزاد، مسئلہ خلافت، مکتبہ احباب لاہور، سن ن، ص6

.33 وحیدالدین خان، مولانا، دین وشریعت، دالتذکیر اردو بازار لاہور، 2005، ص12

.34 غامدی، جاوید احمد، برہان، المورد، ماڈل ٹاؤن لاہور، 2009، ص180